ادبیات

دعوتِ تجدیدِ عمل

از مولانا سیماب صاحب اکبرآبادی

(یہ وہ نظم ہے جو ۱۱ر مارچ ۴۲ء کو آل انڈیا مشاعرہ مدح صحابہؓ لکھنؤ میں پڑھی گئی تھی)

اے پرستارانِ عظمت، بندگانِ شخصیات
میں ادب کے ساتھ تم سے پوچھتا ہوں ایک بات

حافظِ افسانہ ہائے رفتہ ہو تم دہر میں
ہیں زباں پر ساڑھے تیرہ سو برس کے واقعات

کھیلتے ہو ماضیِ مرحوم سے تم حال میں
کر دیا ہے موت کے آثار کو غفلت سے مات

ہے کسی سے دوستی تم کو کسی سے دشمنی
قابلِ نفرت ہے کوئی، کوئی شایانِ صلوات

آج صدیوں بعد بھی وہ ہند میں موجود ہیں
عہدِ عثمانؓ و علیؓ میں جو ہوئے تھے حادثات

ہیں مسلماں سے مسلماں بالارادہ دست وریش
باہم آویزی وہی ہے بربنائے حسیات

زیبِ اخبار و رسائل ہیں وہی عنوانِ سرخ
خانہ جنگی کی وہی طاری ہیں تم پر کیفیات

نثر کے مضمون میں ہیں پیکارِ خشم واشتعال
نغمۂ موزوں میں ہیں انبارِ رطب و یابسات

کیا کبھی ان کے نتائج پر کیا ہے تم نے غور؟
کام جو سمجھے ہیں اب تک از قبیلِ واجبات

کیا یہ جذبے ہیں تمہارے قابلِ تعمیرِ قوم؟
کیا یہ باتیں ہیں تمہاری ضامنِ امن و نجات؟

ہو فقط الفاظ کے بندے عمل کچھ بھی نہیں
یعنی تقلید و تاسی ہے فقط کہنے کی بات

"پیروی" کا تم ابھی مفہوم سمجھے ہی نہیں
صرف ہیں محدودِ مدح و ذم تمہارے مدرکات

تم ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کو ہنوز
یاد کرتے ہو ز روئے اعتقاد و التفات

ان کا کردار آج تک تم میں نہ پیدا ہو سکا
ان میں تھے لاکھوں محاسن، تم اسیر سیئات

ان کے رجحانات کا مرکز تھا قرآن و حدیث
ہیں تمہارے لب پہ الفاظِ کثیف و واہیات

رات دن تنظیمِ ملت ان کا نصب العین تھا
اور تم لہو و لعب میں مبتلا، دن ہو کہ رات

یاد ہیں وہ دن کہ جب تھا غلبۂ اصنامِ عام
جب حرم سب سے بڑا تھا ایشیا کا سومنات

جب خدا اک واہمہ تھا، اور بت عین الیقیں
خود پرستی و خودی پر تھا مدارِ خواہشات

کفر کی تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے
آئے لیکر مشعلِ وحدت، رسولِ کائنات ﷺ

کی گئی ترغیب و ترسیل اس طرح اسلام کی
پانی پانی ہو گئی سنگینیٔ لات و منات

سعی میں چاروں صحابہؓ تھے برابر کے شریک
ہر مساوی ان کا درجہ فی الکمال و فی الصفات

اپنی جانیں کیں فدا اصحاب نے اسلام پر
یوں دیا دنیائے باطل کو نیا درسِ حیات

حضرت بوبکرؓ و فاروقؓ اور عثمانؓ و علیؓ
جانشینِ مصطفےٰ ﷺ تھے عارفِ روحانیات

ان سے جن لوگوں کو نسبت ہے مبارک ہیں وہ لوگ
صرف نسبت ہو نہیں سکتی مگر وجہِ نجات

کوئی فاروقی و صدیقی ہے، عثمانی کوئی
اور کوئی حیدری، لیکن تعجب کی ہے بات

حیدرؓ و بوبکرؓ و عثمانؓ و عمرؓ کوئی نہیں
صرف نسبت رہ گئی باقی، ہوئی مفقود ذات

آہ جس ملت میں اتنا سخت ہو قحط الرجال
جس میں چودہ سو برس تک بھی نہ پیدا ہوں ثقات

کارواں ہو، اور میرِ کارواں کوئی نہ ہو
کسطرح آساں رہِ منزل کی ہوں پھر مشکلات؟

انقلابِ وقت دیتا ہے پیامِ اجتہاد
ہے اگر منظور اب بھی قوم و ملت کا ثبات

خود امیرِ کارواں بن جائیں اہلِ کارواں
صورتِ سیلاب چھا جائیں ز گنگا تا فرات

قوم میں اسلاف کے کردار ہونے چاہئیں
کوئی عثمانؓ ہو کوئی حیدرؓ بحدِ ممکنات

آدمی کو دی ہے خالق نے خلافت ارض کی
جامع مجد و شرافت آدمی ہی کی ہے ذات

آدمی میں ظرفِ "اخلاقِ الٰہی" بھی تو ہے
کسب کرسکتا نہیں کیا آدمیت کی صفات؟

پہلے بھی تم فاتحِ عالم تھے حزم و جزم سے
ہو اگر احساس، پھر ممکن ہے فتحِ شش جہات

آدمی بھولا ہوا ہے اپنی فطری قوتیں
دوسروں کے آسرے پر ہے اسی زعمِ نجات

مرثیہ خوانی، قصیدہ گوئی، رسمی شاعری
ہو نہیں سکتی کفیلِ ارتقائے قومیات

ہے ضروری قوتِ خود اعتمادی و عمل
زندگی ممکن نہیں ہے بر سبیلِ ظنیات

اک حیاتِ نو کی پھر تمہید ہونی چاہیے
ہو چکی تقلید، اب تجدید ہونی چاہیے

غزل

از جناب احسان دانش صاحب کاندھلوی

اگر محبت کے مدعی ہو تو یہ رویہ روا نہیں ہے
جو شکوہ ہے روبرو نہیں ہے جو بات ہے برملا نہیں ہے

یہ روز تجدیدِ عہدِ الفت، یہ روز پیمانِ دلنوازی
ہزار تسلیم کر رہا ہوں مگر یقینِ وفا نہیں ہے

یہ آسماں پر ہجومِ انجم، زمیں پہ انبوہِ لالہ و گل
تجلیاں سی تجلیاں ہیں کہ ہوشِ عالم بجا نہیں ہے

عجب نہیں زحمتِ وفا سے مجھے کسی دن نجات دیدے
یہی مری بے زباں محبت جو درخورِ اعتنا نہیں ہے

مرے سفینے کو تند طوفاں جدھر بہائے ادھر بہا دے
مجھے تلاشِ خدا ہے آخر نہ ہو اگر ناخدا نہیں ہے

جتا کے مجبوریٔ محبت، امید مہر و وفا کے معنی؟
میں خود ہوں اپنا سکون دشمن کسی کی کوئی خطا نہیں ہے

غمِ دو عالم خدا کے شایاں، غمِ زمانہ سے خوش زمانہ
زہے غمِ ارزانیٔ محبت مجھے غمِ ماسوا نہیں ہے

بجا بجا بے شمار عارض نظر نظر کو ترس رہے ہیں
مگر یہ دل کا معاملہ ہے نگاہ سے واسطہ نہیں ہے